AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

صلح حدیبیہ وبیعت رضوان کے سماجی وسیاسی اثرات: تفسیر لاہوری مرتبہ از مولانا سمیع الحقؒ کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

Socio-Political Impacts of the Treaty of Hudaybiyyah and Bay'at-e-Ridwan: A Research Study in the Light of "Tafseer-e-Lahori" Compiled by Maulana Samee ul Haq

Muhammad Naveed Aḥmad
Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University, Mardan.
naveedawkum092@gmail.com
Dr. Sohail Anwar
Lecturer, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan University, Mardan.

Abstract

This research paper presents an analytical study of the socio-political implications of the Treaty of Hudaybiyyah and the Pledge of Ridwan (Bay'at-e-Ridwan) through the lens of Maulana Ahmad Ali Lahori's exegetical insights. By examining the scholarly notes compiled in "Tafseer-e-Lahori," the study highlights how these landmark events in Seerah transitioned the early Muslim community from a state of conflict to a strategic phase of diplomatic recognition and internal consolidation. The research delves into Maulana Lahori's interpretation of divine tranquility (Sakinah) and the "Pledge under the Tree," emphasizing the spiritual resilience and political unity that enabled the Sahaba to withstand the provocative arrogance (Hamiyyah al-Jahiliyyah) of the Quraysh. The second part of the study evaluates the contemporary significance of these Quranic discourses in addressing modern challenges. It investigates how the prophetic model of conflict resolution, the sanctity of international covenants, and the prevention of religious extremism—exemplified by Caliph Umar's decision to remove the historical tree to prevent ritualistic innovations—offer a timeless roadmap for the Muslim Ummah. The paper concludes that Maulana Lahori's interpretative framework provides essential guidance for navigating contemporary socio-political crises, advocating for a balance between unwavering faith, strategic patience, and the prioritization of human life and social peace over militaristic escalation.

***Keywords**: Hudaybiyyah | Ridwan | Diplomacy | Sakinah | Lahori | Covenant | Stability | Governance | Moderation | Solidarity*

قرآنِ کریم کی سورۃ الفتح مدنی زندگی کے اس موڑ پر نازل ہوئی جب بظاہر مسلمان ایک دفاعی اور معاندانہ ماحول میں گھرے ہوئے تھے، مگر وحیِ الہٰی نے اسے "فتحِ مبین" قرار دے کر تاریخ کا دھارا بدل دیا۔ 6 ہجری کا سال اسلامی تاریخ میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے، جب رسول اللہ ﷺ نے چودہ سو صحابہ کرام کے ہمراہ عمرے کی نیت سے مکہ کا قصد فرمایا۔ ذوالحلیفہ کے مقام پر احرام باندھ کر قربانی کے جانور ساتھ لینا اس بات کی علامت تھی کہ یہ سفر جنگ کے لیے نہیں بلکہ خالصتاً ایک دینی فریضے کی ادائیگی کے لیے ہے۔ تاہم، قریشِ مکہ نے قدیم عرب روایات کے برخلاف مسلمانوں کو بیت اللہ

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

کی زیارت سے روکنے کے لیے حدیبیہ کے مقام پر مزاحمت کی۔[1]

حدیبیہ کے مقام پر ہونے والے مذاکرات اور اس کے نتیجے میں طے پانے والا معاہدہ بظاہر مسلمانوں کے لیے دباؤ کا باعث دکھائی دیتا تھا، لیکن درحقیقت یہ اسلام کی سیاسی شناخت اور سفارتی برتری کا نقطۂ آغاز ثابت ہوا۔ اسی سفر کے دوران جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی افواہ پھیلی، تو شجرِ رضوان کے نیچے صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر جو بیعت کی، اسے قرآن نے "ید اللہ" (اللہ کا ہاتھ) اور "رضی اللہ" (اللہ کی خوشنودی) سے تعبیر کیا۔[2] یہ بیعت محض ایک جنگی عہد نہ تھا، بلکہ یہ فکری، سماجی اور سیاسی استحکام کا وہ میثاق تھا جس نے مسلمانوں کو ایک ناقابلِ تسخیر قوت میں بدل دیا۔ زیرِ نظر مقالہ اسی بیعت اور صلح کے سماجی و سیاسی اثرات کو مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری افادات کی روشنی میں واضح کرنے کی ایک علمی کوشش ہے۔

مولانا احمد علی لاہوریؒ

مولانا احمد علی لاہوریؒ (1887ء–1962ء) برصغیر پاک و ہند کی ان عبقری شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے تحریکِ آزادی اور دینی بیداری کو قرآن فہمی کے ساتھ مربوط کیا۔ آپ ولی اللہی فکر کے امین اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے مشن کے سچے پیروکار تھے۔[3] آپ کی ولادت 2 رمضان المبارک 1304ھ کو قصبہ جلال، ضلع گوجرانوالہ میں ہوئی۔ آپ کے والدین نے آپ کی پیدائش پر ہی آپ کو خدمتِ دین کے لیے وقف کرنے کی نذر مانی تھی، جو حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی اتباع میں ایک مبارک عزم تھا۔[4]

آپ کی علمی و تحریکی تربیت امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے زیرِ سایہ ہوئی، جنہوں نے آپ کو نو برس کی عمر میں اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا تھا۔ آپ نے سندھ کے مشہور علمی مرکز "دار الارشاد" سے درسِ نظامی کی تکمیل کی اور وہیں تدریس کا آغاز فرمایا۔[5] آپ کی زندگی کا ایک اہم پہلو "تحریکِ ریشمی رومال" میں شرکت اور اس کی پاداش میں لاہور میں نظر بندی ہے۔ انگریز استعمار نے آپ کو لاہور میں پابندِ سلاسل کر کے یہ سمجھا کہ آپ گمنام ہو جائیں گے، مگر شیرانوالہ گیٹ کی ایک چھوٹی سی مسجد سے شروع ہونے والا آپ کا "درسِ قرآن" پورے جنوبی ایشیا میں فہمِ قرآن کی سب سے بڑی تحریک بن گیا۔[6] آپ نے "انجمن خدام الدین" اور "مدرسہ قاسم العلوم" کے ذریعے ہزاروں علماء اور لاکھوں عوام کو قرآن کے معانی و حقائق سے روشناس کرایا۔

---

[1] ابن ہشام، عبد الملک۔ السیرۃ النبویۃ۔ بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2001ء، ج3، ص245-248۔

[2] سورۃ الفتح 48:10، 18۔

[3] عزیز الرحمٰن، مفتی۔ تذکرہ مشائخ دیوبند۔ بجنور: مدنی دار التالیف، 1958ء، ص231۔

[4] خان، عبد الحمید۔ مردِ مومن۔ کراچی: فیروز سنز لمیٹڈ، 1992ء، ص10-12۔

[5] دین، ڈاکٹر لال۔ کتاب الحسنات۔ لاہور: مکتبہ خدام الدین، 1985ء، ص15-18۔

[6] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری (مرتبہ: مولانا سمیع الحق)۔ اکوڑہ خٹک: دار العلوم حقانیہ، 2005ء، ج1، ص12-15 (مقدمہ)۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تفسیرِ لاہوری کا تعارف

"تفسیرِ لاہوری" دراصل ان تفسیری نکات اور افادات کا مجموعہ ہے جو مولانا احمد علی لاہوریؒ نے برسہا برس اپنے دروسِ قرآن میں بیان فرمائے۔ اس مجموعے کو مولانا سمیع الحقؒ نے نہایت عرق ریزی سے مرتب کیا، جو نہ صرف ایک تفسیر ہے بلکہ قرآنی تعلیمات کا موجودہ دور کے سماجی و سیاسی حالات پر انطباق کا ایک جامع دستور ہے۔[7] اس تفسیر کا اسلوب شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفۂ شریعت اور "حجۃ اللہ البالغہ" کے حکیمانہ انداز سے ہم آہنگ ہے۔
مولانا لاہوریؒ کا منہج یہ ہے کہ وہ ہر سورت کا ایک "عمود" (مرکزی مضمون) متعین کرتے ہیں اور ہر رکوع کے خلاصے میں ربطِ آیات کو اس طرح واضح کرتے ہیں کہ قرآن ایک مربوط ضابطۂ حیات کے طور پر سامنے آتا ہے۔[8] آپ کی تفسیر کی نمایاں خصوصیت "الاعتبار والتاویل" ہے، جس کے تحت آپ قرآنی قصص اور احکامات کو عصرِ حاضر کے فتنوں، الحاد، اور سیاسی کشمکش کے حل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ آپ کے نزدیک قرآن محض تبرک کی کتاب نہیں بلکہ "جہانبانی" اور "اصلاحِ معاشرہ" کا متحرک نسخہ ہے۔[9] زیرِ نظر تحقیق میں سورۃ الفتح کے حوالے سے آپ کے انہی تفسیری مباحث کا جائزہ لیا گیا ہے تاکہ صلح حدیبیہ اور بیعتِ رضوان کے ان سماجی و سیاسی پہلوؤں کو اجاگر کیا جا سکے جو موجودہ عالمی تناظر میں مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

1. بیعتِ رضوان: وفاداری اور سیاسی استحکام کا نمونہ

بیعتِ رضوان تاریخِ اسلام کا وہ درخشاں باب ہے جس نے مسلمانوں کی منتشر قوت کو ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار میں بدل دیا۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری نکات کی روشنی میں اس بیعت کے سماجی اور سیاسی پہلو درج ذیل مباحث کی صورت میں واضح ہوتے ہیں:

الف) عہدِ جاں نثاری: بیعت علی الموت کی سیاسی اہمیت

سیاسی تناظر میں بیعتِ رضوان محض ایک مذہبی عہد نہ تھا بلکہ ایک ایسی تزویراتی (Strategic) پیش رفت تھی جس نے دشمن کی تمام جنگی چالوں کو ناکام بنا دیا۔ جب حدیبیہ کے مقام پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع پہنچی، تو رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ "ہم اس وقت تک یہاں سے نہیں ہٹیں گے جب تک قوم (کفار) سے اس کا بدلہ نہ لے لیں۔"[10]
مولانا لاہوریؒ اس بیعت کی سیاسی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر "بیعت علی الموت" کی کہ وہ مرتے دم تک ساتھ دیں گے اور میدانِ جنگ سے پیٹھ نہیں پھیریں گے۔[11] اس عہد کا سب سے بڑا سیاسی اثر دشمن پر "نفسیاتی غلبہ"

---

[7] سمیع الحق۔ "مقدمہ تفسیرِ لاہوری"۔ مشمولہ تفسیرِ لاہوری، ج1، ص25۔

[8] خان، عبدالحمید۔ مردِ مومن، ص60-62۔

[9] لاہوری، احمد علی۔ تفسیرِ لاہوری، ج9، ص85-88۔

[10] البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ کتاب الجہاد والسیر، باب البیعۃ فی الحرب، حدیث نمبر: 2958۔

[11] لاہوری، احمد علی۔ تفسیرِ لاہوری (مرتبہ: مولانا سمیع الحق)۔ اکوڑہ خٹک: دار العلوم حقانیہ، 2005ء، ج9، ص99۔

(Psychological Dominance) کی صورت میں ظاہر ہوا۔ قریشِ مکہ، جو مسلمانوں کو ایک کمزور گروہ سمجھ رہے تھے، اس بیعت کی خبر سن کر لرزہ براندام ہو گئے اور انہیں اندازہ ہو گیا کہ یہ گروہ اپنی قیادت کی خاطر جان کی بازی لگانے کے لیے ہمہ وقت تیار ہے۔ یہی وہ سیاسی استحکام تھا جس نے بالآخر کفار کو صلح پر مجبور کیا۔

ب) ید اللہ فوق ایدیھم: بیعت کی روحانی اساس اور سماجی اثرات

سورۃ الفتح کی آیت "اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ"[12] کی تشریح میں مولانا لاہوریؒ نے ایک لطیف نکتہ بیان کیا ہے۔ آپ کے نزدیک اس بیعت کی اصل اساس یہ ہے کہ یہ رسول ﷺ کے ہاتھ پر بظاہر ایک انسانی معاہدہ ہے، مگر حقیقت میں یہ اللہ رب العزت سے کیا گیا عہد ہے۔[13] اس کے سماجی اثرات پر غور کریں تو "يد الله فوق ايديهم"[14] (اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے) کا جملہ مسلمانوں میں ایک غیر معمولی سماجی وحدت اور اعتماد پیدا کرتا ہے۔ مولانا لاہوریؒ کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان مخلص بیعت کرنے والوں کے سروں پر اللہ کی شفقت، مہربانی اور تائید کا سایہ ہے۔[15] جب ایک گروہ کو یہ احساس ہو جائے کہ ان کا سماجی معاہدہ براہِ راست اللہ کی سرپرستی میں ہے، تو ان کے اندر سے ہر قسم کا خوف نکل جاتا ہے۔ یہ تصور معاشرے میں "فرض منصبی" کی ادائیگی کا جذبہ پیدا کرتا ہے، جہاں ہر فرد اپنے عہد کی پاسداری کو مذہبی فریضہ سمجھتا ہے اور عہد شکنی کو اپنے ہی نفس کا نقصان تصور کرتا ہے۔[16]

ج) خلوصِ نیت اور سکینت: صحابہ کے قلبی اطمینان کا مطالعہ

مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری افادات میں "سکینت" (Tranquility) کا تصور نہایت اہم ہے۔ آیت "فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ" کی روشنی میں آپ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے دلوں کے اخلاص اور ان کے جذبہ جہاد کو جان لیا تھا، اسی لیے ان پر قلبی اطمینان نازل فرمایا۔[17]

اس سکینت کے دو بڑے سماجی و سیاسی پہلو ہیں:

* داخلی انتشار کا خاتمہ: حدیبیہ کے موقع پر جب صلح کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف معلوم ہو رہی تھیں، تو صحابہ کے دلوں میں جو خلش تھی،

---

[12] سورۃ الفتح 10:48۔

[13] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری، ج9، ص86۔

[14] سورۃ الفتح 10:48۔

[15] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری، ج9، ص87۔

[16] بن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ تفسیر ابن کثیر۔ قاہرہ: دار الطیبہ، 1999ء، ج7، ص342۔

[17] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری، ج9، ص104۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اللہ نے سکینت کے ذریعے اسے دور فرمادیا اور انہیں اس بات پر مطمئن کر دیا کہ پیغمبر ﷺ کا ہر فیصلہ عینِ حکمت ہے۔[18]

* کامیابی کی ضمانت: مولانا لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ مخلصانہ بیعت کے نتیجے میں ملنے والی یہ سکینت ہی تھی جس نے مستقبل کی "فتح قریب" (فتح خیبر) کی راہ ہموار کی۔[19] آپ کے نزدیک عصری معنویت یہ ہے کہ جب تک مسلمان اپنے ایمان میں اخلاص اور اپنے قائدین کے ساتھ مخلصانہ وابستگی برقرار رکھیں گے، اللہ کی طرف سے سکینت اور غیبی مدد ان کا مقدر رہے گی۔

2. صلح حدیبیہ کی سماجی جہات اور ردِ عمل کا تجزیہ

صلحِ حدیبیہ محض ایک سیاسی معاہدہ نہیں تھا بلکہ یہ دو متصادم تہذیبوں کے درمیان سماجی تعامل اور اخلاقی برتری کا امتحان تھا۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ نے اس واقعے کی تشریح میں جن سماجی جہات کی نشان دہی کی ہے، وہ درج ذیل ہیں:

الف) اشتراکِ عمل و مفاہمت: معاہدے کی شرائط اور سماجی نوعیت

صلحِ حدیبیہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے لیے کڑی اور ناگوار تھیں، مگر مولانا لاہوریؒ کے نزدیک ان میں گہری سماجی حکمتیں پنہاں تھیں۔ معاہدے کی شرائط (مثلاً: بسم اللہ کی جگہ "باسمک اللھم" لکھنا، اس سال عمرہ نہ کرنا، اور مکہ سے آنے والے مسلمان کو واپس کرنا) پر صحابہ کے قلوب میں انقباض و اضطراب موجود تھا، مگر رسول اللہ ﷺ نے وسیع تر مفاد میں انہیں قبول فرمایا۔[20]

اس کی سماجی نوعیت یہ تھی کہ اس معاہدے نے پہلی بار قریشِ مکہ کو مسلمانوں کے ساتھ ایک برابر کی سطح پر بیٹھ کر گفتگو کرنے پر مجبور کیا۔ مولانا لاہوریؒ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں نے "سخت انقباض کے باوجود پیغمبر کے ارشاد کے آگے سر تسلیم خم کر دیا"، جس سے معاشرے میں "نظم و ضبط" اور "قیادت پر اعتماد" کی وہ اعلیٰ مثال قائم ہوئی جو کسی بھی سماجی استحکام کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔[21]

ب) حمیتِ جاہلیت بمقابلہ تقویٰ: صبر و تحمل کا سماجی اثر

سورۃ الفتح کی آیت 26 میں کفار کے رویے کو "حمیتِ جاہلیہ" (جاہلانہ ضد) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مولانا لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ جب کفار جاہلانہ جوش اور غرور میں آکر غیر شریفانہ حرکات پر اتر آئے اور مسلمانوں کو اشتعال دلانے کی کوشش کی، تو اللہ تعالیٰ نے جواب میں مسلمانوں پر "سکینت" نازل فرمائی۔[22]

اس کا سماجی اثر یہ ہوا کہ مسلمان جذباتی اشتعال انگیزی کا شکار ہو کر مکہ کی حرمت پامال کرنے والے نہیں بنے، بلکہ "کلمۃِ تقویٰ" پر قائم رہے۔ مولانا

---

[18] ایضاً، ص 100۔

[19] ایضاً، ص 101۔

[20] البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ کتاب الصلح، باب کیف یکتب ھذا، حدیث نمبر: 2698۔

[21] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری، ج 9، ص 106۔

[22] سورۃ الفتح 26:48۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

لاہوریؒ کے مطابق، مسلمانوں کے اس صبر و تحمل نے ثابت کر دیا کہ اہل حق مجموعی طور پر باادب رہتے ہیں، جبکہ اہل باطل اپنی ضد کی وجہ سے بیت اللہ کی بے ادبی کے مرتکب ہوئے۔[23] یہ رویہ معاشرے میں ایک ایسا بلند اخلاقی معیار متعارف کرواتا ہے جہاں قانون کی بالادستی اور امن کو ذاتی انتقام پر ترجیح دی جاتی ہے۔

ج) تجاوز عن الحد سے اجتناب: عقیدت میں مبالغہ آرائی کی ممانعت

صلح حدیبیہ سے جڑا ایک نہایت اہم سماجی پہلو "بیعتِ رضوان" والے درخت کا کٹوایا جانا ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ نے اس واقعے کی تفسیر میں صراحت کی ہے کہ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اس درخت کی زیارت کے لیے آنا جانا شروع کیا، تو حضرت عمر فاروقؓ نے فتنۂ شرک کے خدشے کے پیشِ نظر اسے کٹوا دیا۔[24]

مولانا لاہوریؒ اس عمل کو "اصلاحِ معاشرہ" کا ایک بنیادی اصول قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "تجاوز عن الحد سے اللہ بچائے"، کیونکہ عیسائیوں اور یہودیوں نے بھی انبیاء کی عقیدت میں حد سے بڑھ کر انہیں معبود بنا لیا تھا۔[25] اس ممانعت کی سماجی معنویت یہ ہے کہ اسلام عقیدت کے نام پر ایسی رسومات کی اجازت نہیں دیتا جو توحید کے اصل تصور کو مجروح کریں۔ زیارت کے اصل مقامات صرف خانہ کعبہ اور مسجدِ نبوی ﷺ ہیں، تاکہ مسلمانوں کی مرکزیت برقرار رہے۔[26]

3. سیاسی بصیرت اور عالمی اثرات

صلح حدیبیہ نے عالمی سیاست میں "طاقت کے توازن" کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ نے سورۃ الفتح کے تناظر میں جن سیاسی و تزویراتی (Strategic) نکات کی نشاندہی کی ہے، وہ درج ذیل ہیں:

الف) امن بطورِ فتحِ مبین

قرآنِ کریم نے صلح حدیبیہ کو "فتحِ مبین" قرار دیا، حالانکہ بظاہر یہ ایک معاہدہ تھا۔ مولانا لاہوریؒ اس نبویؐ حکمتِ عملی کی سیاسی معنویت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صلح کے دو برسوں میں جتنے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، وہ گزشتہ سالوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھے۔[27]

سیاسی اعتبار سے صلح کو جنگ پر ترجیح دینا بزدلی نہیں بلکہ "عسکری سکون" حاصل کرنے کی ایک تدبیر تھی تاکہ دعوتِ دین کا کام پرامن ماحول میں پھیل سکے۔ مولانا لاہوریؒ کے مطابق، اللہ نے مکہ کی وادی میں مسلمانوں اور مشرکین کے ہاتھوں کو ایک دوسرے سے روک دیا تاکہ خونریزی نہ ہو اور وہ

---

[23] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری، ج9، ص104۔

[24] ابن سعد، محمد۔ الطبقات الکبریٰ۔ بیروت: دار صادر، ج2، ص291۔

[25] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری، ج9، ص99۔

[26] ایضاً، ص100۔

[27] شاہ ولی اللہ، دہلوی۔ حجۃ اللہ البالغہ۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ج3، ص231.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مسلمان جو مکہ میں اپنی شناخت چھپائے ہوئے تھے، نادانستگی میں صحابہ کے ہاتھوں شہید نہ ہو جائیں۔[28] یہ سیاسی بصیرت کا اعلیٰ نمونہ ہے جہاں انسانی جان کی حرمت کو عسکری غلبے پر مقدم رکھا گیا۔

ب) سنتِ الٰہی اور غلبۂ حق: ابدی قانون

مولانا احمد علی لاہوریؒ سورۃ الفتح کی آیت "سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ" کی تشریح میں اللہ کے ایک ابدی سیاسی قانون کا تذکرہ کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ "اللہ کا قدیم دستور یونہی چلا آتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے پیغمبروں کو دشمنوں پر غالب فرمایا کرتا ہے"۔[29]

اس ابدی قانون کی خصوصی تشریح کرتے ہوئے مولانا لاہوریؒ لکھتے ہیں کہ جب اہل حق اور اہل باطل کا کسی فیصلہ کن موقع پر مقابلہ ہوتا ہے، تو آخر کار اہل حق ہی غالب آتے ہیں، بشرطیکہ وہ "مجموعی طور پر پوری طرح حق پرستی پر قائم رہیں"۔[30] یہ سیاسی اصول آج کے مسلمانوں کے لیے بھی مشعلِ راہ ہے کہ کامیابی کا دارومدار مادی وسائل سے زیادہ نظریاتی پختگی اور اللہ کی سنت پر یقین رکھنے میں ہے۔

ج) دفاعی و تزویراتی فوائد: فتحِ خیبر اور مکہ کی راہ

تزویراتی نقطہ نظر سے صلحِ حدیبیہ نے مسلمانوں کو دو بڑے محاذوں (قریش اور یہود) میں سے ایک سے مطمئن کر دیا۔ مولانا لاہوریؒ کے بقول، جب حدیبیہ سے واپسی ہوئی تو اللہ نے "فتحِ قریب" یعنی فتحِ خیبر کی خوشخبری سنائی۔[31]

اس سیاسی تجزیے کے مطابق، قریش کے ساتھ دس سالہ معاہدے نے مسلمانوں کے لیے شمال میں یہودیوں کی سرکوبی کا راستہ صاف کر دیا، جس کے نتیجے میں "مغانمِ کثیرہ" (بہت سے مالِ غنیمت) ہاتھ آئے۔[32] مولانا لاہوریؒ کی بصیرت یہ واضح کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صلح کے ذریعے مکہ کی سیاسی دیوار میں وہ دراڑ پیدا کر دی تھی جس نے محض دو سال بعد مکہ کو بغیر کسی بڑی خونریزی کے مسلمانوں کے زیرِ نگیں کر دیا۔ آپ ﷺ کا خواب "لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ" اسی سیاسی استحکام کا منطقی نتیجہ تھا۔[33]

4. مکہ میں موجود مومنین اور انسانی حقوق کا تحفظ

سورۃ الفتح کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی انوکھی حکمت کا ذکر فرمایا ہے جو بین الاقوامی قانون اور جنگی اخلاقیات میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ نے ان آیات کی روشنی میں انسانی جان کی حرمت اور جنگی ضوابط کا جو نقشہ کھینچا ہے، اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

---

[28] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری، ج9، ص101۔

[29] سورۃ الفتح 23:48.

[30] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری، ج9، ص101۔

[31] ایضاً، ص107۔

[32] ایضاً، ص100۔

[33] البخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد، حدیث نمبر: 2731۔

الف) انسانی جان کی حرمت: جنگ کو ٹالنے کی بنیادی وجہ

حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرامؓ کے بھرپور جذبۂ جہاد اور بیعتِ علی الموت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے قتال کی اجازت نہیں دی، بلکہ صلح کا راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا۔ مولانا لاہوریؒ اس کی عظیم الشان انسانی اور سماجی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں اس وقت کچھ ایسے مومنین (مرد اور عورتیں) موجود تھے جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھے اور مشرکین کے دباؤ کی وجہ سے ہجرت نہیں کر سکے تھے۔[34]

مولانا لاہوریؒ کے بقول، اگر اس وقت مسلمانوں کو حملے کی اجازت دے دی جاتی تو یہ کمزور اور محتاج مسلمان نادانستگی میں صحابہ کے ہاتھوں کچلے جاتے یا مشرکین انہیں ڈھال بنا کر قتل کر دیتے۔[35] اس سے یہ سیاسی اور سماجی اصول مستنبط ہوتا ہے کہ اسلام میں "انسانی جان کی حرمت" اس قدر بلند ہے کہ چند بے گناہ مسلمانوں کی جان بچانے کی خاطر ایک بڑی فوجی فتح کو بھی مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ یہ تصور جدید جنگی قوانین (International Humanitarian Law) میں "کولاٹرل ڈیمیج" (Collateral Damage) کے خلاف سب سے مضبوط اخلاقی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

ب) جنگی اخلاقیات: غیر ارادی جانی نقصان سے بچنے کی قرآنی تدبیر

مولانا احمد علی لاہوریؒ سورۃ الفتح کی آیت 25 کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر مسلمان مکہ میں داخل ہو کر قتال کرتے تو "بے خبری میں تم کو نقصان پہنچ جاتا"۔[36] یہاں "نقصان" سے مراد وہ اخلاقی بوجھ اور الزام ہے جو بے گناہ مسلمانوں کے قتل کی صورت میں صحابہ پر آتا۔ اللہ تعالیٰ نے قتال کو روک کر صحابہ کو اس گناہ اور اخلاقی ملامت سے بچا لیا۔[37]

اس قرآنی تدبیر کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مولانا لاہوریؒ شاہ ولی اللہؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ اس تمام قصے میں مسلمان "باادب" رہے اور مشرکین "بے ادب" ثابت ہوئے۔[38] یعنی جنگی حالات میں بھی تقویٰ کی روش کو نہ چھوڑنا ہی اصل کامیابی ہے۔ مولانا لاہوریؒ کے تفسیری افادات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی جنگی اخلاقیات محض جذبات پر نہیں بلکہ ٹھوس انسانی حقوق اور الٰہی حکمت پر مبنی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ دو برس کی اس صلح نے ان مکہ میں چھپے ہوئے مسلمانوں کو نکلنے کا موقع دیا اور نئے لوگوں کے لیے اسلام کے راستے کھول دیئے، جو کہ ہزاروں مقتولین کے مقابلے میں کہیں بڑی کامیابی تھی۔[39]

---

[34] سورۃ الفتح 25:48۔

[35] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری، ج9، ص102۔

[36] ایضاً، ص103۔

[37] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر۔ تفسیر ابن کثیر۔ بیروت: دار المعرفہ، ج4، ص201۔

[38] شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ۔ ج3، ص231۔

[39] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری، ج9، ص103۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

5.عصری معنویت اور تجزیاتی مطالعہ (Contemporary Significance)

سورۃ الفتح کے مباحثِ سیرت محض چودہ سو سال پرانی تاریخ نہیں، بلکہ عصرِ حاضر کے پیچیدہ عالمی مسائل کا حل فراہم کرتے ہیں۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ نے "تفسیرِ لاہوری" میں ان آیات کا موجودہ حالات پر جو انطباق کیا ہے، اس کی عصری معنویت درج ذیل نکات سے واضح ہوتی ہے:

الف) بین الاقوامی معاہدات: حدیبیہ اور جدید ڈپلومیسی

جدید عالمی سیاست میں صلح حدیبیہ کے اصول "ڈپلومیسی" اور "تنازعات کے حل" (Conflict Resolution) کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔ مولانا لاہوریؒ واضح کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اشتعال انگیز ماحول کے باوجود صلح کو ترجیح دی، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام جنگ پسند مذہب نہیں بلکہ امن پسند دین ہے۔[40]

عصری تناظر میں اس کی معنویت یہ ہے کہ مسلم ریاستوں کو بین الاقوامی معاہدات کرتے وقت وقتی جذباتی نعروں کے بجائے "وسیع تر مفاد" اور "تزویراتی دور اندیشی" کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بسم اللہ اور محمد رسول اللہ کے الفاظ پر سمجھوتہ کر کے ایک بڑے مقصد (دعوتِ دین کے لیے امن) کو حاصل کیا، ویسے ہی آج بھی سفارت کاری میں لچک اور حکمتِ عملی کے ذریعے بڑے اہداف حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ مولانا لاہوریؒ کے بقول، اللہ کی حکمت میں ہمیشہ برکت ہوتی ہے، چاہے بظاہر حالات ناموافق کیوں نہ ہوں۔[41]

ب) داخلی اتحاد: بیعت کے تصور سے ملی یکجہتی کا فروغ

بیعتِ رضوان کا تصور عصرِ حاضر میں مسلمانوں کے "داخلی اتحاد" (Internal Unity) کے لیے کلیدی اہمیت رکھتا ہے۔ مولانا لاہوریؒ کے مطابق بیعت کا مقصد صرف ذاتی عقیدت نہیں بلکہ اس عہد کو پورا کرنا ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کیا گیا ہے۔[42]

آج جب امتِ مسلمہ فرقہ واریت اور داخلی انتشار کا شکار ہے، بیعتِ رضوان کا سبق یہ ہے کہ ایک مرکز اور ایک قیادت پر مکمل اعتماد ہی سیاسی بقا کی ضمانت ہے۔ مولانا لاہوریؒ بیان کرتے ہیں کہ بیعت کے وقت صحابہ کے دلوں میں جو خلش تھی، اللہ نے اسے "سکینت" سے بدل دیا۔[43] یہ سکینت ہی وہ عنصر ہے جو کسی بھی قوم میں فکری ہم آہنگی اور ملی یکجہتی پیدا کرتی ہے۔ عصری معنویت یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے فروعی اختلافات پسِ پشت ڈال کر اپنے ایمانی عہد کی پختگی کو ثابت کرنا چاہیے تاکہ وہ اللہ کی تائید و نصرت (ید اللہ) کے مستحق بن سکیں۔

ج) انتہا پسندی کا تدارک: شجرِ رضوان اور اصلاحِ معاشرہ

موجودہ دور میں انتہا پسندی اور شدت پسندی ایک بڑا عالمی چیلنج ہے۔ مولانا احمد علی لاہوریؒ نے حضرت عمر بن خطابؓ کے اس فیصلے کی خصوصی تشریح

---

[40] ایضا، ص106۔

[41] ایضاً، ص105۔

[42] سورۃ الفتح 10:48

[43] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری، ج9، ص104۔

کی ہے جس میں انہوں نے اس درخت کو کٹوا دیا تھا جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی تاکہ لوگ اسے متبرک سمجھ کر وہاں زیارتیں نہ شروع کر دیں اور شرک کے فتنے میں نہ پڑیں۔[44]

اس عمل میں دورِ حاضر کے لیے "شدت پسندی کے خاتمے" کا بہت بڑا سبق ہے۔ مولانا لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ "**تجاوز عن الحد**" (مبالغہ آرائی) ہی وہ راستہ ہے جس نے سابقہ امتوں کو گمراہ کیا۔[45] اس کی عصری معنویت یہ ہے کہ مسلمانوں کو مذہبی معاملات میں جذباتی مبالغہ آرائی کے بجائے "اصولی دین" اور "توحیدِ خالص" پر توجہ دینی چاہیے۔ حضرت عمرؓ کا یہ سیاسی و سماجی فیصلہ ظاہر کرتا ہے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے مادی مظاہر یا رسومات کا سدِباب کرے جو مستقبل میں کسی فکری یا نظریاتی بگاڑ کا سبب بن سکتے ہوں۔ یہ طرزِ عمل شدت پسندی کی جڑوں کو کاٹنے کے مترادف ہے۔[46]

6. نتائج بحث (Conclusion)

اس تحقیقی مقالے میں مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری افادات کی روشنی میں سورۃ الفتح کے مباحثِ سیرت کا جو جائزہ لیا گیا، اس سے درج ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

* بیعت کی سیاسی و روحانی اساس: مولانا لاہوریؒ کی تشریحات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بیعتِ رضوان محض ایک عارضی دفاعی معاہدہ نہیں تھا، بلکہ یہ مسلمانوں کے مابین "سیاسی استحکام" اور اللہ کے ساتھ "روحانی وابستگی" کا سنگِ میل تھا۔ "ید اللہ" کا تصور معاشرے میں یہ احساس پیدا کرتا ہے کہ مخلصانہ قیادت کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے، جو کسی بھی ریاست کی مضبوطی کے لیے بنیادی عنصر ہے۔
* صلح بطور تزویراتی فتح: تحقیق سے یہ ثابت ہوا کہ صلح حدیبیہ میں رسول اللہ ﷺ کی "امن پسندی" بزدلی پر نہیں بلکہ تزویراتی دور اندیشی پر مبنی تھی۔ مولانا لاہوریؒ کے بقول، اس صلح نے مسلمانوں کو داخلی اور خارجی محاذوں پر وہ سکون فراہم کیا جس نے مکہ کی سیاسی دیواروں کو کمزور کر کے "فتحِ مکہ" اور "فتحِ خیبر" کے راستے ہموار کیے۔
* انسانی حقوق اور جنگی اخلاقیات: سورۃ الفتح کے ذریعے اسلام نے "انسانی جان کی حرمت" کا جو چارٹر پیش کیا، وہ جدید بین الاقوامی قوانین سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ مولانا لاہوریؒ نے مکہ میں موجود "نامعلوم مومنین" کی حفاظت کی بنیاد پر جنگ کے ٹل جانے کو "رحمتِ الٰہی" قرار دیا، جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ چند بے گناہ افراد کی جان بچانا مادی غلبے سے زیادہ اہم ہے۔
* انتہا پسندی کا خاتمہ اور سدِ ذریعہ: حضرت عمر فاروقؓ کے ذریعے شجرِ رضوان کو کٹوانے کے واقعے سے مولانا لاہوریؒ نے یہ عظیم نکتہ نکالا کہ اسلام "عقیدت میں مبالغہ آرائی" (تجاوز عن الحد) کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ عمل آج کے دور میں مذہبی شدت پسندی اور بدعات کے خاتمے کے لیے

---

[44] ابن سعد، محمد۔ الطبقات الکبریٰ، ج2، ص291۔

[45] لاہوری، احمد علی۔ تفسیر لاہوری، ج9، ص99۔

[46] ایضاً، ص100۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 4 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ایک واضح رہنما اصول فراہم کرتا ہے۔

* سنتِ الہیٰ پر یقین: مولانا لاہوریؒ کے تفسیری نکات کا نچوڑ یہ ہے کہ "سنتِ الہیٰ" کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ اہل حق اگر اپنے ایمان میں مخلص رہیں اور "سکینتِ نبوی" کو اختیار کریں، تو مادی وسائل کی کمی کے باوجود وہ ہمیشہ اہل باطل پر غالب رہیں گے۔
* مولانا احمد علی لاہوریؒ کا اسلوبِ تفسیر محض قرآنی الفاظ کا ترجمہ نہیں بلکہ عصرِ حاضر کے سیاسی و سماجی امراض کا قرآنی علاج ہے۔ آپ نے ثابت کیا کہ سیرت کے یہ واقعات مسلمانوں کو "جذباتی سیاست" کے بجائے "حکیمانہ سیاست" اور "خالص توحید" کی طرف بلاتے ہیں۔

سفارشات (Recommendations)

اس مقالے کے علمی محاکے کے بعد مستقبل کے محققین کے لیے درج ذیل تحقیقی راہیں تجویز کی جاتی ہیں:

* صلح حدیبیہ کے سیاسی و سفارتی پہلوؤں کا جدید بین الاقوامی قوانین (International Law) اور اقوامِ متحدہ کے چارٹر کے ساتھ تقابلی مطالعہ کیا جائے، تاکہ نبوی حکمتِ عملی کی عالمگیر معنویت کو عصری اصطلاحات میں واضح کیا جاسکے۔
* مولانا احمد علی لاہوریؒ کے تفسیری اصول "الاعتبار والتاویل" (قرآنی آیات کا موجودہ حالات پر انطباق) کو بنیاد بنا کر سورۃ الفتح کے علاوہ دیگر مکی و مدنی سورتوں میں مذکور سیاسی و سماجی احکامات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے۔
* بیعتِ رضوان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے "سماجی نظم وضبط" اور "قیادت پر غیر متزلزل اعتماد" کے تصور کو سیاسی عمرانیات کے تناظر میں پرکھا جائے کہ کس طرح ایک نظریاتی گروہ داخلی انتشار سے بچ کر عالمی قوت بن سکتا ہے۔
* مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے قرآنی افادات کا برصغیر کی تحریکِ آزادی پر پڑنے والے اثرات کا تاریخی و سیاسی مطالعہ کیا جائے، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ قرآنِ کریم نے استعمار کے خلاف فکری مزاحمت میں کیا کردار ادا کیا۔